AL-‘ULŪM ISSN: 2709-3484 (Print) | 2709-3492 (Online)
https://alulum.net/ojs/index.php/aujis/about
(July-December) 2024, 5:2(51-72)

عرب میں کمزور معاشرتی طبقات کی اعانت کے معاہدے: تجزیاتی مطالعہ

نیاز احمد، لیکچرر اسلامیات گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج مخدوم رشید ملتان
سیدہ ربیعہ احمد، لیکچرر اسلامیات گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج اڈا گجرات، مظفر گڑھ

Contracts for the support of vulnerable social groups in the Arab world: An Analytical Study

Niaz Ahmad (PhD) Lecturer Islamic Studies, Govt Associate Collage Makhdoom Rasheed, Multan
Syeda Rabiah Ahmad (PhD) Lecturer Islamic Studies, Govt Associate Collage Ada Gujrat, Muzafar Garh

Keywords:
Social contract, Sīrat, Ḥalf-ul-Fudhūl, Rights, Security

Abstract: *It’s human instinct to live together in groups or in a form of society. Aristotle says, “Man is by nature a social animal and society is something that precedes the individual.” The people of a society have a deep connection with each other which is depended mostly on an invisible contract that is found in their unconsciousness which provokes them to continue and complete this relation. Before the prophet hood of the Holy Prophet (peace be on him), the era is nominated as black period. Undoubtedly, there were many traditions and customs in practice at that era which was full of ignorance. The people of Arab were basically involved in many evil doings but in spite of all that, the society had many merits. The study of history reveals that people gave too much respect to mutual contracts and promises. There were many influential people and leaders in the society, which help individually and collectively to economically and socially weak people of the society. Collectively, the best example of that kind of help and contract is known as, “Ḥilf.ul.Fadhūl” which was based to provide due rights to an outsider trader which were suppressed by an Arab tribal leader. The main purpose of this contract was to secure the rights of the weak people of the society. It was such an extraordinary social contract that the Holy Prophet (peace be on him) refused strictly to accept hundred good breed red camels in place of it in any case. Individually, these were that type of contracts which provide security to people for example if anyone provides his security to an enemy, no one thought to give him any harm. Actually, in individual and collective life these contracts were based on social justice and mutual wellbeing. It is important to study the nature, limitations, implementation and effects of such kind of social contracts because the judicial system of today’s era with all its progress is facing too many problems to provide the justice to the people. In this article, this aspect has been described in detail.*

How to Cite

Ahmad(PhD), N. ., & Ahmad(PhD), S. R. (2024). عرب میں کمزور معاشرتی طبقات کی اعانت کے معاہدے: تجزیاتی مطالعہ: Contracts for the support of vulnerable social groups in the Arab world: An Analytical Study. *Al-‘Ulūm Journal of Islamic Studies*, *5*(2), 23–55. Retrieved from https://alulum.net/ojs/index.php/aujis/article/view/170

[1]. Corresponding author Email: niazahmad077@gmail.com

تعارف موضوع

بعثت نبوی ﷺ سے قبل عرب ایک غیر مہذب اور غیر منظم معاشرہ تھا۔ ایک ایسا معاشرہ جس میں کوئی مرکزیت نہ تھی۔ عرب کے باشندے قبائل کی شکل میں مختلف علاقوں میں قیام پذیر تھے اور پانی وچراگاہ کی تلاش میں یہ علاقے اور قیام گاہیں بدلتی رہتی تھیں۔ ایک ایسا معاشرہ جس میں کوئی مرکزی اور منظم نظام حکومت وسیاست اور آئین وقانون موجود نہ ہو، اس میں اپنے وجود کی بقاء اور اس کا تسلسل لامحالہ طور پر ایک مشکل امر ہوتا ہے۔ ایسے میں ذہن میں ایک بات آتی ہے کہ معاشرے کے کمزور افراد اور قبائل کی بقاء کا دارومدار کس چیز پر تھا۔ کیونکہ حقیقت پسندی سے دیکھا جائے تو آج کی جدید، مہذب اور ترقی یافتہ کہلائی جانے والی دنیا میں بھی طاقتور طبقات کمزور طبقات کو ابھرنے کا موقع دینے کو تیار نہیں ہیں۔ اہل عرب اگرچہ اپنے آپ کو حضرت ابراہیمؑ کا پیروکار مانتے تھے لیکن انہوں نے دین ابراہیمی کو فراموش کر دیا تھا اور جہالت کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ عرب دنیا کے جس دور کو دور جاہلیت کا نام دیا جاتا ہے، اس دور میں کمزور معاشرتی اکائیوں کے لیے اپنی بقاء کے لیے کون سے راستے موجود تھے؟

غور وفکر کرنے اور تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انسان معاشرت کو پسند کرتا ہے اور اس مقصد کے لیے اس کا تعلق مختلف لوگوں سے ہوتا ہے۔ عرب میں بھی مختلف قبائل کے ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات ایک لازمی اور ناگزیر ضرورت تھے۔ اس ماحول میں کمزور افراد یا گروہ اپنی قوت و طاقت کی فراہمی اور اپنے حقوق کے تحفظ ودفاع کے لیے باہمی معاہدے کرتے تھے۔ اس تحقیق میں عرب میں ایسے چند معاہدوں اور احلاف سے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ یہ معاہدے اور احلاف عرب میں قیام امن کا ایک قوی سبب تھے۔ بعثت نبوی ﷺ کے بعد ان معاہدوں اور قیام امن کے اقدامات کو اور تقویت ملی اور تھوڑے ہی عرصہ میں عرب امن کا گہوارہ بن گیا۔ عہد نبوی میں قیام امن اور اس مقصد کے لیے مختلف قبائل سے باہمی معاہدات سے متعلق کثیر تعداد میں آرٹیکلز اور تحقیقی مضامین مختلف مجلات میں شائع ہو چکے ہیں لیکن اسلام کی آمد سے قبل عرب قبائل میں ہونے والے باہمی معاہدات ومواثیق سے متعلق کوئی تحقیقی مضمون نظر سے نہیں گزرا۔ اس لیے اس موضوع کا انتخاب کیا گیا ہے اور اس میں عرب میں مختلف قسم کے باہمی معاہدوں کو بیان کیا گیا ہے۔

عرب کی تاریخ اور سیرت طیبہ کی کتب کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت سے قبل اور بعد میں بھی بااثر سرداروں اور لوگوں کی طرف سے انفرادی اور اجتماعی طور پر کمزور معاشرتی طبقات کی اعانت کی جاتی تھی۔ اجتماعی طور پر اعانت کے معاہدے کی سب سے اعلیٰ مثال معاہدہ حلف الفضول ہے جس کی بنیاد ایک عرب سردار کی طرف سے ایک غیر مقامی تاجر کا حق غصب کرنے کی بناء پر رکھی گئی اور اس معاہدے کا بنیادی مقصد معاشرے کے کمزور لوگوں کے حقوق کا تحفظ تھا۔ یہ ایک ایسا شاندار سماجی معاہدہ تھا جس کے بارے میں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس

معاہدے کے بدلے میں اگر مجھے سرخ اونٹ بھی دیے جائیں تو میں ہر گز قبول نہیں کروں گا۔ انفرادی طور پر نیک سیرت اور بااثر افراد کی طرف سے معاشرے کے کمزور اور مجبور لوگوں کی اعانت کی بے شمار مثالیں امان دینے کے وہ معاہدے ہیں جن کے تحت اگر کوئی شخص کسی دشمن کو بھی امان دے دیتا تو دوسرا کوئی شخص اسے چھو تا تک نہ تھا۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں یہ معاہدے درحقیقت سماجی انصاف اور باہمی خیر خواہی کی بناء پر تھے۔ اور عمومی طور پر لوگوں کی طرف سے ان کی پاسداری ان کے ایک اچھے اخلاق کو ظاہر کرتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسے سماجی معاہدوں کا دائرہ کار کیا تھا؟ ان معاہدوں کے اثرات و نتائج کیا تھے؟ معاشرے میں ان معاہدوں کی حیثیت کیا تھی؟ کیا آج بھی ایسے سماجی معاہدوں کی ضرورت ہے یا عدالتی نظام کے قیام نے ایسے سماجی اور معاشرتی معاہدوں کی ضرورت سے بے نیاز کر دیا ہے؟ باوجود اس کے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ عدالتی نظام کی تشکیل اور اس میں جدت اور ترقی کے باوجود عام لوگوں کو انصاف کی فراہمی میں بہت سے مسائل درپیش ہیں۔

اسلام ایک امن پسند دین ہے اور امن و سلامتی کا درس دیتا ہے۔ دین اسلام کی منشاء ہے کہ معاشرے کے تمام افراد کے حقوق کا تحفظ کیا جائے اور ہر فرد امن و سلامتی کے ساتھ اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق گزار سکے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں امن کا معنی و مفہوم واضح کر دیا جائے کیونکہ امن اور حقوق کے تحفظ کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ معاشرے کے افراد کے حقوق کا تحفظ امن و سلامتی کے قیام پر منحصر ہے۔

امن کا معنی و مفہوم

امن عربی زبان کا لفظ ہے جس میں مجموعی طور پر تحفظ، آزادی، بہتری، دفاع اور فلاح کے معانی شامل ہیں۔ امن سے مراد ایسی حالت ہے جس میں ہر انسان خوف اور خطرے سے محفوظ ہو۔ بالفاظ دیگر ایسی حالت جس میں نہ آپ خوف اور خطرے کا شکار ہوں اور نہ ہی دوسروں کو اس احساس میں مبتلا کر رہے ہوں۔ قرآن کریم میں امن، خوف اور دہشت کی ضد کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَّ اٰمَنَھُمْ مِّنْ خَوْفٍ[1]۔ اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔ صاحب تاج العروس امن کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

وأَصْلُه طمأْنِينَةُ النَّفْسِ وزَوالُ الخَوْفِ[2]۔

(اصل میں امن کے معنی نفس کے مطمئن ہونے اور خوف کے زائل ہونے کے ہیں۔)

انسان فطری طور پر امن پسند ہے اور امن و سلامتی کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو معاشرتی امن کی ضمانت دیتا ہے اور رسول اکرم ﷺ نے اپنے عمل سے جزیرہ نما عرب کو امن و سلامتی کا گہوارہ

---

[1] ۔ **القرآن**، 4:106۔

[2] ۔ محمد بن محمد الزبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس (بیروت: دار الہدایۃ، 2001ء)، 34:184۔

بنادیا تھا۔ کسی بھی معاشرے میں باہمی معاہدے مختلف مقاصد کے تحت کیے جاتے ہیں لیکن معاہدے کا سب سے بنیادی اور مرکزی مقصد امن و سلامتی کا حصول ہوتا ہے۔ اس طرح معاہدہ اور امن و سلامتی لازم و ملزوم ہیں۔

معاہدہ کی جمع معاہدات آتی ہے اور یہ دو افراد یا گروہوں کے درمیان پختہ وعدے اور قول و قرار کو کہا جاتا ہے۔ اسلام میں قول و قرار اور وعدہ و معاہدہ کو پورا کرنے کی بڑی تلقین کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾[3]۔

(وعدہ پورا کیا کرو کیونکہ وعدہ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔)

معاہدہ توڑنے والے کے لیے آپ ﷺ کی طرف سے ان الفاظ میں وعید بیان کی گئی ہے کہ:

لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعْرَفُ بِهِ[4]۔

(معاہدہ توڑنے والے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔)

عربی زبان میں اس کا مترادف لفظ حلف ہے۔ جب دو گروہ یا افراد باہم کوئی معاہدہ کرتے ہیں تو انہیں حلیف کہا جاتا ہے۔ حلف کے لغوی معنی ہیں:

الحَلِفُ: الْيَمِينُ وأَصلُها العَقْدُ بالعَزْمِ وَالنِّيَّةِ[5]۔

(حلف سے مراد یمین اور قسم ہے اور اس کی اصل ایسا عقد و معاہدہ ہے جو پختہ عزم اور نیت کے ساتھ کیا گیا ہو۔)

اجتماعی طور پر جاہلی عرب معاشرے میں عدل و انصاف ناپید تھا لیکن کچھ صالح افراد ایسے بھی تھے جو اس حوالے سے کوششیں جاری رکھتے تھے اور اس خوبی پر قائم تھے۔ عرب معاشرے میں مظلوموں کی دادرسی کی کچھ مثالیں ملتی ہیں لیکن اس حوالے سے آپ ﷺ کی ذات گرامی کا کردار سب سے نمایاں اور تابناک ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ مظلوموں کی دادرسی کی اور اس کے لیے کسی دشمنی اور خوف کی پرواہ نہیں کی۔ بعثت سے پہلے ظلم و جور کے خاتمے اور مظلوموں کی مدد و اعانت کے لیے آپ ﷺ کی کوششیں قابل قدر ہیں جن کو تاریخ نے سنہرے الفاظ میں محفوظ کیا ہے۔ معاہدہ حلف الفضول کو اس حوالے سے مرکزی اور تاریخی اہمیت حاصل ہے جس کا ذکر آئندہ صفحات میں آرہا ہے۔ بعث سے قبل بھی آپ ﷺ کی مبارک زندگی سے مظلوموں کی دادرسی کے بے شمار واقعات سے متعلق

---

[3] ۔ **القرآن**،17:3۔

[4] ۔ محمد بن اسماعیل بخاری، **الجامع الصحیح**، كِتَابُ الحِيَلِ، بَابُ إِذَا غَصَبَ جَارِيَةً (بیروت: دار طوق النجاۃ، 2001ء)، رقم حدیث: 6966۔

[5] ۔ محمد بن مکرم ابن منظور افریقی، **لسان العرب** (بیروت: دار صادر، 1993ء)، 53:9۔

معلومات ملتی ہیں۔ عرب معاشرے میں قیام امن اور ظلم وتعدی کے خاتمے کے لیے آپ ﷺ کی بعثت کی اہمیت اور کردار کو مولانا الطاف حسین حالی (م1914ء) نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

ہوئے محو عالم سے آثارِ ظلمت	کہ طالع ہوا ماہ برج سعادت
نہ چھٹکی مگر چاندنی اک مدت	کہ تھا ابر میں ماہتابِ رسالت
یہ چالیسویں سال لطفِ خدا سے	کیا چاند نے کھیت غار حرا سے
وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا	مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا	وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ	یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ[6]

معاشرے کے کمزور طبقات کی مدد واعانت اور محتاجوں، مفلوک الحال اور مظلوموں کی دادرسی کے حوالے سے اسوہ حسنہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ قیام امن اور کمزور لوگوں کے ساتھ بھلائی اور خیر خواہی کے حوالے سے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ[7]۔

(بہترین مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کے شر سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔) ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الْخَلْقُ عِيَالُ اللَّهِ فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللَّهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلَى عِيَالِهِ[8]۔

(پوری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اللہ کے نزدیک پوری مخلوق میں پسندیدہ ترین وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔) محتاجوں اور کمزوروں سے بھلائی رسول اکرم ﷺ کی شخصیت کا لازمی جزو ہے۔ پہلی وحی کے نزول کے بعد زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جو کلمات کہے وہ فلاح انسانیت، انسان دوستی اور صفت رحمۃ اللعالمین کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الكَلَّ، وَتَكْسِبُ المَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الحَقِّ[9]۔

---

6 ۔ مولانا الطاف حسین حالی، **مسدس حالی** (لاہور: کشمیر کتاب گھر، س ن)، 30۔

7 ۔ بخاری، **الجامع**، كِتَابُ الإِيمَانِ، بَاب: المُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ، رقم حدیث: 10۔

8 ۔ احمد بن الحسین بن علی البیہقی، **شعب الایمان** (ریاض: مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، 2003ء)، 9: 521۔

9 ۔ بخاری، **الجامع**، كِتَابُ بَدْءِ الْوَحْيِ، رقم حدیث: 3۔

(ہر گز نہیں، بخدا! اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلہ رحمی کرتے ہیں، بے آسرا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، فقیر لوگوں کو کما کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی وجہ سے پہنچنے والے مصائب میں اہل حق کی اعانت کرتے ہیں۔)

عرب میں چونکہ کوئی مرکزی اور منظم سیاسی نظام موجود نہ تھا اس لیے کمزور معاشرتی طبقات کے بہت سے مسائل تھے۔ ان طبقات کے اہم مسائل میں سے ایک بنیادی مسئلہ اپنی بقاء اور اپنے مال و اسباب کی حفاظت سے متعلق تھا۔ اس مقصد کے لیے کمزور طبقات و قبائل، دوسرے طاقتور افراد اور قبائل سے مختلف قسم کے معاہدے اور حلف میں شامل ہو جاتے تھے۔ عرب میں اس قسم کے کئی معاہدوں کا پتہ چلتا ہے۔

بعثت نبوی سے قبل ایک مضبوط قبائلی نظام موجود تھا لیکن اس کے باوجود افراد اور قبائل کے درمیان مختلف فیہ معاملات کو سلجھانے کے لیے کوئی مسلمہ اصول مقرر نہ تھے۔ اس لیے معاشرے کے افراد اور چھوٹے قبائل کی بقاء اسی میں تھی کہ وہ کسی بااثر سردار یا کسی بڑے قبیلے سے کوئی معاہدہ کر لیں اور اس معاہدے کے تحت اپنے حقوق کے تحفظ کا انتظام یقینی بنائیں۔ عرب قبائل میں اس مقصد کے لیے مختلف باہمی معاہدوں کا رجحان اکثر نظر آتا ہے۔ اور قبائل کے مابین ایسے معاہدے ان کی طاقت، قوت، اثر و رسوخ اور حیثیت کے اظہار اور دوسرے قبائل کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی ایک کوشش نظر آتے ہیں۔ عرب میں چونکہ مضبوط قبائلی نظام موجود تھا اور تمام باشندے کسی قبیلے کے ماتحت ہی ہوتے تھے اور تنہا کسی ایک خاندان یا چند افراد کا اپنے قبیلے سے الگ ہو کر زندگی گزارنا ممکن نہ تھا اس لیے زیر نظر تحقیق میں کمزور معاشرتی طبقات سے مراد چھوٹے اور مالی، افرادی اور عسکری طور پر کمزور قبیلے ہی مراد ہیں جو تنہا اپنے حقوق کا تحفظ نہیں کر سکتے تھے۔

عرب قبائل کے مابین ہونے والے احلاف کی اقسام

عرب کی تاریخ اور کتب انساب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ عرب قبائل کے درمیان معاہدوں اور احلاف کی بنیادی طور پر تین صورتیں یا اقسام ہیں۔

1۔ **حلف کامل:** یہ نسب کے اتحاد کا معاہدہ ہے جس کے تحت ایک چھوٹا قبیلہ ایک بڑے قبیلہ میں معاہدے کے تحت داخل ہوتا ہے اور مکمل طور پر اپنے آپ کو اس بڑے قبیلے میں ضم کر دیتا ہے اور اس قبیلے کا نام اور نسب اختیار کر لیتا ہے۔ مثال کے طور پر تنوخ، عتق اور غسان بنیادی طور پر مختلف نسلوں سے ہیں اور اس قسم کا اتحاد عرب قبائل میں اکثر نظر آتا ہے۔ تقریباً ہر بڑے قبیلے میں آپ کو کئی نسلوں کے لوگ ملیں

گے جو اس بڑے قبیلے کا نام اور نسب اپنالیں گے۔ جیسے مزینہ، اسلم، غفار اور اوس و خزرج کے بعض قبائل کا قبیلہ حرب میں شامل ہونا[10]۔

2۔ **حلف ناقص:** ایسا معاہدہ جو وقتی طور پر ہو اور مصلحت کے حصول کے بعد ختم ہو جائے۔ یہ عارضی حمایت، مدد اور حقوق کے تحفظ کے لیے کیا گیا معاہدہ یا حلف ہے جو دو قبائل یا افراد کے درمیان ایک عارضی وقت کے لیے ہوتا ہے۔ عرب میں کمزور افراد اور قبائل اپنے لیے حمایت اور اعانت کے حصول کے لیے ایسے معاہدے اور حلف قائم کرتے تھے جو ان کو طاقتور لوگوں اور قبائل کے مقابلے میں تحفظ فراہم کرتے تھے۔ اس معاہدے کے تحت ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ میں ضم نہیں ہوتا۔ حلف المطیبین، حلف الفضول، حلف البراجم , حلف شبابہ، حلف خندف اور حلف اسد وطی وغطفان اس کی مثالیں ہیں[11]۔ ایسے معاہدے اور حلف اس وقتی مصلحت کے بعد ختم کر دیے جاتے تھے۔ اور بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ پرانا معاہدہ یا حلف ختم کر کے نیا معاہدی یا حلف کر لیا جاتا جو پہلے معاہدہ کے بالکل برعکس ہوتا تھا۔ اس طرح معاہدہ ختم کرنے کو بھی بیوی کی طرف سے عقد ختم کرنے کی طرح خلع کہا جاتا تھا[12]۔

3۔ حلف یا معاہدے کی تیسری قسم یہ ہے کہ ایک تنہا فرد کسی جرم کے ارتکاب اور اس کی سزا سے بچنے کے لیے کسی قبیلے میں شامل ہو جاتا ہے اور اس کا نام اور نسب اختیار کر لیتا ہے۔ جیسے ہشام کلبی نے کہا کہ یعلیٰ نے اپنے بھائی عوف کو تھپڑ مارا تو عوف نے قبیلہ جہینہ کے ساتھ اتحاد کر لیا اور ان کا نسب اختیار کر لیا[13]۔ اسی طرح کعب بن عجرہ نسب کے اعتبار سے قبیلہ بلی میں سے تھے اور بعد میں بنی عمرو بن عوف کے ساتھ منسوب ہو گئے[14]۔ عبد الرزاق الصاعدی نے اپنی کتاب "الاحلاف فی قبائل العربیہ" میں احلاف کی تین اقسام بیان کرنے کے بعد مختلف قبائل کے درمیان ہونے والے معاہدوں سے متعلق ماہرین انساب کی آراء کو بیان کیا ہے اور عرب قبائل سے متعلق تاریخ نویسی کی کمی کے اسباب کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ ان کی بیان کردہ حلف کی دوسری قسم یعنی حلف ناقص کی کئی مثالیں ملتی ہیں اور یہی قسم زیر نظر تحقیق کے بنیادی موضوع سے مطابقت رکھتی ہے اس لیے اسی قسم کو تفصیل سے بیان کیا جا رہا ہے۔

---

[10] ۔ عبد الرزاق الصاعدی، **الاحلاف**، 5۔

[11] ۔ عبد الرزاق الصاعدی، **الاحلاف**، 5۔

[12] ۔ الدکتور جواد علی، **المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام** (بیروت: دار الساقی، 2001ء)، 7:376۔

[13] ۔ ہشام بن محمد بن السائب الکلبی، **نسب معد والیمن الکبیر** (بیروت: عالم الکتب، مکتبۃ النہضۃ العربیۃ، 1988ء)، 1:94۔

[14] ۔ عبد الرزاق الصاعدی، **الاحلاف**، 5،6۔

حلف المطیبین

مورخین اور ماہرین انساب کے مطابق عرب میں مختلف فرقوں اور قبیلوں کے لوگ آباد تھے۔ان میں سے کمزور قبائل کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ عرب کی بے آئین و قانون سرزمین میں کسی بڑے قبیلے میں شمولیت کے بغیر یا کسی بڑے اور طاقتور قبیلے سے اتحاد کیے بغیر اپنے جان ومال اور اوطان واملاک کا تحفظ کر سکیں۔اس لیے لامحالہ طور پر چھوٹے اور کمزور قبائل اور معاشرے کے مظلوم و مجبور افراد اپنی بقاء کے لیے مختلف قسم کے معاہدے کرنے کے لیے مجبور تھے۔انہی احلاف اور معاہدوں میں سے ایک معاہدہ حلف المطیبین ہے۔اگرچہ یہ معاہدہ مختلف قبائل کا ایک جنگی اتحاد تھا جس کا مقصد عہدوں کے حصول کی جنگ میں ایک دوسرے کا ساتھ دینا تھا لیکن اس کو عرب تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہے اور یہ معاہدہ عرب میں قابل تقلید مثال بن گیا تھا۔

قصی بن کلاب کے تین بیٹے تھے۔عبدالدار، عبدمناف اور عبدالعزیٰ۔ قصی نے اپنے بڑے بیٹے عبدالدار کو سقایہ، رفادہ، لواء اور حجابہ سب منصب عطا کر دیے تھے۔اس کی وجہ سے اس کے بھائی عبد مناف کی اولاد نے نزاع پیدا کیا۔فریقین کے ہمراہ قریشی قبیلے تھے اور ہر ایک نے اپنے حزب کے ساتھ تعاون کرنے کی قسم کھائی تھی۔عبدمناف کے ساتھ بنواسدبن عبدالعزیٰ، بنوزہرہ بن کلاب، بنوتیم بن مرہ، بنوحارث بن فہر کے قبائل تھے۔عبدالدار کے ساتھ بنومخزوم، بنوسہم بن عمر، بنوجمح بن عمرواور بنوعدی بن کعب کے قبائل تھے۔چنانچہ اولاد عبدمناف اور اس کے اتحادیوں نے ایک پیالے میں خوشبو ڈال کر اس میں ہاتھ ڈال کر باہمی تعاون کی قسم کھائی اور کہا کہ وہ لڑائی کے میدان میں کسی کو رسوا نہیں کریں گے یعنی پورا پورا ساتھ دیں گے۔اس کے بعد انہوں نے خانہ کعبہ کے کونوں اور گوشوں کو چھوا۔خوشبو کے پیالے میں ہاتھ ڈال کر حلف اٹھانے کی نسبت سے اس معاہدہ کا نام مطیبین رکھا گیا[15]۔

یہ معاہدہ جو باہم تعاون وتناصر پر مشتمل تھا اس نے آئندہ عرب قبائل میں معاہدوں کی ایک طرح ڈال دی تھی۔اگرچہ اس سے پہلے بھی مختلف معاہدوں کا ذکر ملتا ہے لیکن اس معاہدے نے اس روایت کو مزید مضبوط کر دیا۔

حلف الفضول

عرب جیسے پرامن مرکز میں قبل ازاسلام چندمعاشی ذرائع میں سے ایک ذریعہ آمدن تجارتی درآمد پر عشر تھا۔یہ عشر یا میلے کی آمدنی شہر یا علاقے کے سردار کے خزانہ کے صندوق میں جمع ہوتی تھی۔غیر ملکیوں کے لیے کشش پیدا کرنے کی خاطر رب رحمٰن ورحیم کے التوائے جنگ کے مہینوں کا خوشگوار نظام قائم کیا گیا تھا۔حقیقت یہ ہے کہ منعقد ہونے والا میلہ ایک ہی وقت میں کسی بتکدہ کی زیارت یا مذہبی تہوار بھی ہوتا تھا۔قبائلی منافرتوں اور مخالفتوں کی

[15] ۔ عبدالملک بن ہشام بن ایوب، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام (قاہرہ: شرکۃ الطباعۃ الفنیۃ المتحدۃ، س ن)، 132:1 ۔

وجہ سے متبرک اور حرمت والے مہینے مختلف علاقوں میں مختلف تھے۔ پس رجب کے مہینے کے دوران اس تمام علاقے میں امن رہتا تھا جہاں مضر رہتے تھے اور رمضان کے مہینے میں غیر ملکی و اجنبی افراد کو ربیعہ قبائل کے علاقے میں جائے پناہ ملتی تھی۔

اس طرح جزیرہ نمائے عرب کے نصف سے زیادہ علاقے میں امن و سکون کا راج ہوتا تھا اور قبائل ایک دوسرے کے علاقوں میں ان مہینوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تجارت کرتے تھے۔ مکہ، طائف اور مدینہ کا علاقہ خاص طور پر بہتر فائدہ کی پوزیشن میں تھا کیونکہ یہ التوائے جنگ کے حرمت والے چار مہینوں کا مفاد حاصل کرتا تھا جن میں سے تین مسلسل تھے۔ اس سے عرب کے دور ترین علاقوں کی طرف سفر ممکن ہو گیا تھا۔ عام طور پر اس التوائے جنگ کی رعایت پر انتہائی محتاط انداز میں عمل درآمد کیا جاتا تھا لیکن کئی بار اس کی خلاف ورزی بھی کی گئی۔ ایک بہت بڑا اسکینڈل ہوا جسے حرب فجار "دین کی بے حرمتی کی جنگ" کا نام دیا گیا۔ یہ واضح نہیں کہ اس کا آغاز کیسے ہوا؟ تاہم قبل از اسلام چار مرتبہ خلاف ورزی کا حوالہ ملتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان جنگوں کی وجوہات بڑی معمولی اور غیر اہم ہوتی تھیں۔ اور اسی طرح کی ایک جنگ میں آپ ﷺ نے اپنی جوانی کے دنوں میں اپنے چچاؤں کے اصرار پر صرف ان کے دفاع کے لیے حصہ لیا تھا۔

جنگ کے معمولی اور غیر اہم مقاصد ہوتے تھے اور اس سے انسانی جانیں بہت ضائع ہوتی تھیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے چچا زبیر بن عبد المطلب، جو کہ نہ صرف اپنے قبیلے کی سرکردگی کر رہے تھے بلکہ اس موقع پر انہوں نے مکی ملٹری کونسل میں نمایاں اور فعال کردار ادا کیا تھا، ندامت و پشیمانی کا شکار دکھائی دیتے ہیں۔ یہ زبیر بن عبد المطلب ہی تھے جنہوں نے مظلوموں و کمزوروں کی مدد کے صدیوں پرانے قانون "حلف الفضول" کے احیاء کے لیے پیش قدمی کی[16]۔ ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی نے اس حوالے سے شاندار تجزیہ کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ:

سرداران قوم اور شیوخ قبائل اوران کے دینی اور قومی صالح سادات روایات کو قابل فخر سمجھتے اور ان کے ترک کو گناہ گردانتے تھے۔ ان روایات میں عدل وانصاف اہم تر تھے۔ اس مایہ فخر میں ایک عدل وانصاف کا قیام و نفاذ تھا جس پر انحرافات دینی، تصرفات قومی اور تجاہلات قبائلی کے تاریک سائے بھی چھا گئے تھے۔ مگر صالح نفوس اور قومی افتخار کے خوگر افراد و طبقات نے عدل و انصاف کا دامن تھامے رکھا اور اس کے نفاذ کے لیے اجتماعی مساعی کیں۔ ان میں سے ایک حلف الفضول کا معاہدہ تھا۔ جس کا مقصد ساکنان حرم کو بالعموم اور بیرونی زائرین و تاجرین کو بالخصوص ظلم و تعدی سے محفوظ کرنا تھا۔ وہ قومی وتیرہ عدل وانصاف کو اجتماعی کوششوں کے ذریعہ سے قومی سطح پر نافذ اور جاری و ساری کرنے کی ایک احیائی تحریک تھی کہ عہد نبوی ﷺ سے ایک عرصہ قبل ایک طبقہ عدل گستر نے اول اول ایک اجتماعی وطبقاتی تحریک

---

[16] ۔ عبد الرحمن بن عبد اللہ السہیلی، **الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام** (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 2000ء)، 2:45۔

چلائی تھی اوراس نے عرب قومی مزاج عدل بنانے میں خاصااہم کردارادا کیاتھا۔حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ کے عہد شباب میں اس کی اولین تحریک احیاء آپ ﷺ کے حقیقی چچازبیر بن عبدالمطلب ہاشمی نے چلائی اورہمنواؤں کو جمع کرلیا[17]۔ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی نے اپنے اس آرٹیکل میں حلف الفضول کی اہمیت کوانتہائی مختصر انداز میں بیان کیاہے اوراس کی تفصیلات سے گریز کیاہے۔

حلف الفضول کے انعقاد کاواقعہ یوں ہوا کہ ایک زبیدی تاجر مکہ میں سامان تجارت لایا۔وہ عاص بن وائل نے خرید لیااور قیمت اداکرنے سے انکار کردیاتواس نے احلاف (حلیف قبائل یعنی عبدالدار، مخزوم، جمح، سہم اور عدی بن کعب)کے پاس فریاد کی توانہوں نے عاص بن وائل کے خلاف اعانت کرنے سے انکار کردیااوراس کوڈانٹ دیا۔جب زبیدی مایوس ہوگیاتو طلوع آفتاب کے وقت اس نے کوہ ابی قبیس پر چڑھ کر یہ اشعار کہے۔اس وقت قریش کعبہ کردونواح میں محفلوں میں براجمان تھے۔

يَا آلَ فِهْرٍ لِمَظْلُومٍ بِضَاعَتُهُ بِبَطْنِ مَكَّةَ نَائِي الدَّارِ وَالنَّفَرِ
وَمُحْرِمٍ أَشْعَثٍ لَمْ يَقْضِ عُمْرَتَهُ يَا لَلرِّجَالِ وَبَيْنَ الْحِجْرِ وَالْحَجَرِ
إِنّ الْحَرَامَ لِمَنْ تَمّتْ كَرَامَتُهُ وَلَا حَرَامَ لِثَوْبِ الْفَاجِرِ الْغُدَرِ[18]۔

(اے آل فہر!اجنبی بے سہارامظلوم کی مدد کرو،اس کاسرمایہ مکہ میں ہے۔اور پراگندہ حال محرم کی جس نے عمرہ ادانہیں کیا، اے لوگومدد کروجوحجراسوداور حطیم کے درمیان جلوہ افروز ہو۔بے شک بیت الحرام معزز و محترم کامحافظ ہے، بدکاراورغدار کی عزت کامحافظ نہیں۔)

یہ سن کر زبیر بن عبدالمطلب نے کہایہ رائیگاں نہ ہوگا۔چنانچہ ہاشم، زہرہ اور تیم بن مرہ تین خاندان عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے، اس نے کھانے کااہتمام کیااورماہ حرام، ذی قعدہ میں سب نے حلف اٹھایااورپختہ معاہدہ کیاکہ:

فَتَعَاقَدُوا وَتَعَاهَدُوا بِاللهِ لَيَكُونُنَّ يَدًا وَاحِدَةً مَعَ الْمَظْلُومِ عَلَى الظَّالِمِ حَتَّى يُؤَدِّيَ إِلَيْهِ حَقَّهُ مَا بَلَّ بَحْرٌ صُوفَةً، وَمَا رَسَّى ثَبِيرٌ وَحِرَاءُ مَكَانَهُمَا، وَعَلَى التَّأَسِّي فِي الْمَعَاشِ[19]۔

(واللہ !ہم سب مظلوم کے ساتھ ایک جماعت اور متحد ہوں گے ظالم کے خلاف۔یہاں تک کہ وہ اس کاحق اور مطالبہ پوراکردے۔یہ معاہدہ ابدالآبادتک قائم رہے گاجب تک سمندرکاپانی ایک ٹکڑے کوترکرلے اورجب تک کوہ

---

[17] ۔ ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی، "**عہد نبوی میں سماجی عدل وانصاف**" سیرت سٹڈیز، 1:1(2016ء)،10۔

[18] ۔ السہیلی، **الروض الانف**، 46:2۔

[19] ۔ اسماعیل بن عمر بن کثیر، **السیرۃالنبویہ،من البدایۃوالنہایۃلابن کثیر**(بیروت:دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع،1976ء)، 259:1۔

شہر اور حرا اپنے مقام پر قائم رہے۔ مواقع روزگار ہر ایک کو یکساں میسر ہوں گے۔) قریش نے اس معاہدہ کا نام حلف الفضول رکھا کہ انہوں نے ایک افضل کارنامہ انجام دیا ہے۔ حلف الفضول کے معاہدے میں تمام قبائل نے مل کر عہد کیا کہ:

1۔ ہم مظلوموں کا ساتھ دیں گے، خواہ وہ کسی قبیلے کے ہوں یہاں تک کہ ان کا حق ادا کیا جائے۔

2۔ کسی ظالم یا غاصب کو مکہ میں نہیں رہنے دیں گے۔

3۔ ملک سے بد امنی دور کریں گے اور ہر طرح کا امن و امان قائم کریں گے۔

4۔ مسافروں کی حفاظت کریں گے اور غریبوں اور کمزور لوگوں کی امداد کرتے رہیں گے۔

ان قسم کھانے والوں میں قابل ذکر بنوہاشم اوران کے رشتہ دار و اتحادی، بنوالمطلب، بنوزہرہ اور بنوتیم تھے[20]۔ ابن الجوزی کے مطابق شرکت کنندگان میں نہ صرف بنواسد بلکہ مکہ والوں کے اتحادی قبائل کا ایک گروپ احابیش بھی تھا۔ تمام حمایتیوں نے قسم کھائی کہ کسی مظلوم و کمزور شخص، چاہے وہ مکہ میں ہو یا احابیش میں سے ہو اس وقت تک اس کی مدد کی جائے گی جب تک اس کے حقوق واپس نہیں مل جاتے۔

زبیر بن عبد المطلب نے اس معاہدے کے قیام سے متعلق اشعار میں بیان کیا کہ ہم نے اس معاہدے کے قیام کی قسم کھائی تھی۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس معاہدے سے پہلے ہی حضرت زبیر بن عبد المطلب کے دل میں یہ خیال تھا کہ کمزوروں کی مدد و اعانت کے لیے ہمیں باہم اکٹھے ہونا چاہیے اور مظلوم کو اس کا حق ملنا چاہیے۔ زبیر بن عبد المطلب نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

حَلَفْتُ لَنَعْقِدَنَّ حِلْفًا عَلَيْهِمْ وَإِنْ كُنَّا جَمِيعًا أَهْلَ دَارِ

نُسَمِّيهِ الْفُضُولَ إِذَا عَقَدْنَا يَعِزُّ بِهِ الْغَرِيبُ لِذِي الْجِوَارِ

وَيَعْلَمُ مَنْ حَوَالَي الْبَيْتِ أَنَّا أُبَاةُ الضَّيْمِ نَمْنَعُ كُلَّ عَارِ[21]

(میں نے قسم اٹھائی تھی کہ ظالموں کے بر خلاف ایک معاہدہ قائم کریں گے اگرچہ ہم ایک گھر میں معدودے چند لوگ ہوں۔ ہم نے اس معاہدہ کو "فضول" کا نام دیا ہے۔ جب ہم نے معاہدہ منعقد کیا اس کی وجہ سے اجنبی توانا و طاقتور ہو گا مقامی کی نسبت۔ بیت اللہ کے اطراف و نواح میں سب جانتے ہیں کہ ہم ظلم و جور کو ناپسند کرتے ہیں اور ہم ہر فضیحت و رسوائی کے کام سے روکیں گے۔)

آپ ﷺ اس معاہدے میں شرکت پر بڑا فخر محسوس کرتے تھے۔ آپ ﷺ اعلان نبوت کے بعد حتی کہ ہجرت مدینہ کے بعد بھی اس معاہدے کو یاد کرکے فرمایا کرتے تھے کہ:

20۔ محمد بن حبیب البغدادی، کتاب المحبر (حیدر آباد دکن: دائرہ معارف عثمانیہ، 1949ء)، 168۔

21۔ ابن کثیر، السيرة النبويه، 1:259۔

لَقَدْ شهدتُ فِي دَارِ عبدِ اللّٰهِ بنِ جُدْعان حِلْفًا، مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهِ حُمْر النَّعَم، وَلَوْ أدعَى بِهِ فِي الْإِسْلَامِ لأجبتُ[22]۔

(میں عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں ایک ایسے معاہدے میں شریک ہوا کہ اس کے بدلے میں اگر مجھے سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیے جائیں تو میں قبول نہ کروں اور اگر آج بھی مجھے اس کے لیے بلایا جائے تو میں ضرور جواب دوں گا۔)

اس معاہدے کی وجہ تسمیہ سے متعلق مختلف اقوال ملتے ہیں لیکن سب سے قوی اور کافی حد تک مشترک قول یہ ہے کہ قریش سے بہت پہلے قبیلہ جرہم نے ایک ایسا ہی معاہدہ کیا تھا جس کا نام حلف الفضول تھا کیونکہ اس میں شامل تمام افراد کے نام کے ساتھ فضل کا نام مشترک تھا۔ الروض الانف میں اس کی وجہ تسمیہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ:

فَقَالَ كَانَ قَدْ سَبَقَ قُرَيْشًا إِلَى مِثْلِ هَذَا الْحِلْفِ جُرْهُمٌ فِي الزَّمَنِ الْأَوَّلِ فَتَحَالَفَ مِنْهُمْ ثَلَاثَةٌ هُمْ وَمَنْ تَبِعَهُمْ، أَحَدُهُمْ: الْفَضْلُ بْنُ فَضَالَةَ، وَالثَّانِي: الْفَضْلُ بْنُ وَدَاعَةَ، وَالثَّالِثُ: فُضَيْلُ بْنُ الْحَارِثِ[23]۔

یقینی طور پر مظلوموں کی مدد کے اس قانون کے ممبران ہمیشہ ایک زبردست وقت وطاقت رہے جن پر بھروسا کیا جاتا تھا۔

معاہدہ حلف الفضول کی توقیت

اکثر سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ کی عمر مبارک بیس سال تھی تو ماہ شعبان یا شوال میں حرب فجار ہوئی اور اس کے بعد ماہ ذی قعد میں حلف الفضول کا معاہدہ ہوا[24]۔ البتہ ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ سیرت نگاروں نے اسے حرف فجار کے بعد جنگ وقتال کے خلاف معاہدہ قرار دیا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ یہ مظلوموں کی دادرسی کا معاہدہ تھا جو حرب فجار کے پندرہ سال بعد پیش آیا تھا۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک پینتیس سال تھی[25]۔ البتہ اکثر مؤرخین اور سیرت نگاروں نے اس کی تاریخ حرب فجار کے بعد بیان کی ہے جو زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

معاہدہ حلف الفضول کے اثرات

اس معاہدہ کے بہت موثر اور دیرپا اثرات سامنے آئے۔ ایک بار قبیلہ خثعم کا ایک یمنی اپنی بیٹی کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں حج کی خاطر گیا۔ ایک انتہائی طاقتور مکی سردار نبیہ ابن الحجاج نے لڑکی کو قوت وطاقت کے بل بوتے

---

22 ۔ ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق الفاکہی، اخبار مكة في قديم الدهر وحديثه (بیروت: دار خضر، 1994ء)، 3:276۔

23 ۔ السہیلی، **الروض الانف**، 2:45۔

24 ۔ ابن سید الناس محمد بن محمد الربعی، عيون الاثر في فنون المغازي والشمائل والسير (بیروت: دار القلم، 1993ء)، 1:60۔

25 ۔ ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی، **خطبات سرگودھا** (سرگودھا: شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا، 2016ء)، 77۔

پر اٹھالیا۔ مغویہ کے والد کو مشورہ دیا گیا کہ وہ حلف الفضول میں اپیل کرے۔ ابن الحجاج کے گھر کا فوری طور پر محاصرہ کر لیا گیا۔ اپنے دفاع کا کوئی راستہ نہ پاتے ہوئے اس نے درخواست شروع کی کہ اسے اس حسین و جمیل لڑکی کے ساتھ صرف ایک رات گزارنے کی اجازت دی جائے جس نے اس کا دل چرا لیا ہے۔ کوئی بات بھی حلف الفضول والوں کو اپنے موقف سے دستبردار نہ کر سکی اور ابن الحجاج کو اسی وقت لڑکی کے والد کو اس کی بیٹی واپس کرنا پڑی[26]۔

اسی طرح ازد قبیلے کے ایک اجنبی نے ابی بن خلف کے پاس چند چیزیں فروخت کیں جو کہ مکہ کے بہت بڑے سرداروں میں سے تھا لیکن ابی بن خلف طے شدہ رقم ادا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مایوسی کے عالم میں ازدی نے حلف الفضول والوں سے اپیل کی جنہوں نے اسے کہا کہ ابی بن خلف کے پاس جاؤ اور اسے بتاؤ کہ تم حلف الفضول والوں کی طرف سے آئے ہو۔ اگر وہ فوری تمہاری تسلی و تشفی نہ کرے تو پھر اسے ہمارا انتظار کرنے دو۔ اس مرتبہ ابی بن خلف نے رقم کی ادائیگی میں زیادہ دیر نہ لگائی[27]۔

اس معاہدہ کا اثر اتنا زیادہ تھا کہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ، حضرت مسعود بن مخرمہؓ اور حضرت عبد الرحمن بن عثمانؓ اس لفظ کو سنتے ہی حضرت حسینؓ کی حمایت و نصرت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے حضر حسینؓ کی تائید میں جو جملے کہے اس سے بھی حلف الفضول کی اہمیت و اثرات کا پتہ چلتا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

وَأَنَا أَحْلِفَ بِاللَّهِ لَئِنْ دَعَا بِهِ لَآخُذَنَّ سَيْفِي ثُمَّ لَأَقُومَنَّ مَعَهُ حَتَّى يُنْصَفَ مِنْ حَقِّهِ أَوْ نَمُوتَ جَمِيعًا[28]۔

(اور میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ اگر انہوں نے حلف الفضول کا واسطہ دیا تو میں بھی اپنی تلوار اٹھاؤں گا اور ان کا ساتھ دوں گا۔ یا تو ان کا حق ملے گا یا ہم دونوں مر جائیں گے۔)

حضرت حسینؓ نے ایک موقع پر امیر مدینہ ولید بن عتبہ کے ساتھ اپنے ایک معاملہ میں ان الفاظ میں عوامی مدد طلب کی۔

أَحْلِفُ بِاللَّهِ لَتُنْصِفَنِّي مِنْ حَقِّي أَوْ لَآخُذَنَّ سَيْفِي ثُمَّ لَأَقُومَنَّ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ لأدعون بِحِلْفِ الْفُضُولِ[29]۔

(تم میرے ساتھ حق و انصاف کا معاملہ کرو، ورنہ میں قسم کھاتا ہوں کہ اپنی تلوار لوں گا اور مسجد رسول ﷺ میں کھڑے ہو کر حلف الفضول کی دہائی دوں گا۔)

---

[26] ۔ محمد بن حبیب البغدادی، کتاب المنمق فی اخبار قریش (بیروت: عالم الکتب، 1985ء)، 55۔

[27] ۔ نفس مصدر، 54۔

[28] ۔ اسماعیل بن عمرو بن کثیر، البدایة والنہایة (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1988ء)، 2:358۔

[29] ۔ نفس مصدر، 2:358۔

اہل مکہ حلف الفضول پر بہت فخر کرتے تھے جس نے طویل عرصے تک بے شمار مواقع پر مداخلت کی۔ اس میں صرف ایک کمی تھی کہ کسی نئے ممبر کو اس میں شامل ہونے کی اجازت نہ تھی اور یوں چند دہائیوں بعد اس کے آخری ممبر کی وفات کے بعد یہ ختم ہو گیا[30]۔ بہت مناسب ہوتا کہ ایسا شاندار معاہدہ جاری وساری رہتا کیونکہ عرب میں اس معاہدے کو بہت اہمیت حاصل تھی اور یہ آنے والے ایام میں مزید مفید ثابت ہوتا۔

حلف البراجم

معاشرے کے کمزور افراد کے حقوق کے تحفظ کے لیے قائم کیے گئے معاہدوں میں سے حلف البراجم کا تذکرہ ملتا ہے۔ براجم عربی زبان میں انگلیوں کے پوروں کو کہا جاتا ہے۔ ظلم وجور کے خلاف یہ اتحاد اور حلف چند قبائل عمرو، ظلیم، قیس اور غالب کی طرف سے تھا۔ ان سب قبیلوں نے باہم ایک معاہدہ کیا اور کہا کہ:

أيتها القبائل التي قد ذهب عددها، تعالوا فلنجتمع ولنكن كبراجم يدي هذه فقبلوا[31]۔

(اے وہ قبائل جن کی تعداد کم ہو گئی ہے، آؤ اور اکٹھے ہو کر میرے ہاتھوں کی گرہوں کی طرح ہو جاؤ، پس ان قبائل نے اس معاہدے کو قبول کر لیا۔)

یہ معاہدہ مذکورہ بالا قبائل کی طرف سے اس لیے کیا گیا کہ ان کی تعداد کم ہو گئی تھی اور ان ی قوت وطاقت کا خاتمہ ہو گیا تھا اور انہیں اپنے جان ومال اور وطن کی حفاظت سے متعلق خدشات درپیش تھے۔ اس لیے انہوں نے سوچا کہ اب اس معاہدہ اور حلف کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

حلف ذی المجاز

عرب کی تاریخ میں باہم امداد واعانت کے لیے قبیلہ بکر اور تغلب کے مابین ایک معاہدے کا ذکر ملتا ہے۔ یہ معاہدہ عمرو بن ہند کی وساطت سے طے پایا تھا۔ اس معاہدے میں عمرو بن ہند نے دونوں فریقوں سے اس بات پر عہد وپیمان اور ضامن لیے تھے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ زیادتی اور ظلم نہیں کریں گے اور باہم مل کر ظلم وجور کا خاتمہ کریں گے۔ حسین بن احمد الزوزنی نے عمرو بن ہند کی طرف سے کچھ چیزیں رہن رکھوانے کا بھی ذکر کیا گیا ہے[32]۔ اس حلف کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ یہ حلف حج کے دنوں میں ہوا جب مختلف علاقوں سے عرب تاجر مکہ میں آتے تھے اور مجاز کے

30۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، **پیغمبر اسلام**، مترجم: پروفیسر خالد پرویز (لاہور: بیکن بکس، 2005ء)، 68۔

31۔ الدکتور جواد علی، **المفصل فی تاریخ العرب**، 375:7۔

32۔ حسین بن احمد الزوزنی، **شرح المعلقات السبع** (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 2002ء)، 283:1۔

بازار میں تاجروں کا ہجوم ہوتا تھا۔ چونکہ یہ حلف مکہ کے بازار مجاز کے اندر ذی الحج میں ہوا اس لیے اس کا نام ذی المجاز رکھ دیا گیا[33]۔

حلف اسد و طی و غطفان

باہم تعاون و امداد کے لیے پہلے پہل بنو اسد اور بنو غطفان نے معاہدہ کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ قبائل مختلف فرقوں اور ذاتوں کا اجماع تھا۔ چونکہ عرب میں کسی ایک کمزور قبیلے کے لیے تنہا اپنے تمام حقوق کا تحفظ کرنا آسان نہ تھا اس لیے وہ قبائل اپنی قوت اور طاقت کو بڑھانے کے لیے اور اپنے دفاع کے لیے ایک دوسرے سے معاہدہ کرتے تھے۔ اسی قسم کا معاہدہ بنو اسد اور بنو طی نے کیا تھا۔ اس حلف کی وجہ سے بنو اسد، غطفان اور طی کو الاحالیف کہا جاتا تھا[34]۔

حلف الصلاح

نسب قریش میں زبیر ابن بکار نے مظلوموں کی مدد کے ایک اور ضابطے کا حوالہ دیا ہے۔ مکہ مکرمہ کے قبیلہ زہرہ اور بنو سعد ابن سہم نے اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ قریش یا احابیش کے کسی شخص کو کوئی نقصان نہیں کرنے دیں گے اور دو پارٹیوں کے مابین مصالحت کرائے بغیر اور غلط کو صحیح کیے بغیر نہیں رہیں گے۔ اور یہ کہ کسی کو اختلاف کا بیج نہیں بونے دیں گے۔ اسے مصالحت کا اتحاد "حلف الصلاح" کا نام دیا گیا۔ باقی ماندہ قریش نے اس کی مخالفت نہیں کی اور نہ ہی انہوں نے اسے اپنی بے عزتی خیال کیا اور نہ ہی انہوں نے اس میں شمولیت اختیار کی[35]۔

مکی مواخاۃ

مکی دور نبوت میں آپ ﷺ اور صحابہ کرام نے انتہائی مشکلات کا سامنا کیا۔ نئے مسلمان ہونے والے لوگوں میں اگرچہ اکثر کمزور لوگ تھے لیکن کچھ ایسے افراد بھی تھے جن کا مقام و مرتبہ تھا لیکن جب وہ اسلام قبول کرتے تو بہت سے مصائب کا شکار ہو جاتے۔ حتیٰ کہ ان کے خاندان اور گھر والے بھی ان سے قطع تعلق کر لیتے اور ان کے لیے جینا دوبھر کر دیتے تھے۔ اس کے علاوہ کچھ ایسے صحابہ بھی تھے جو دور دراز کے علاقوں سے تھے اور مکہ میں ان کا کوئی قریبی نہ تھا۔ مؤرخین کے مطابق آپ ﷺ نے ہجرت سے پہلے بھی مواخاۃ کا رشتہ قائم فرمایا تاکہ مشرکین مکہ کی طرف سے اذیتوں اور تکالیف کے اس دور میں مسلمان ایک دوسرے کا سہارا بن سکیں۔ روایات کے مطابق آپ ﷺ نے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما، حمزہ بن عبد المطلب اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما، عثمان اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما، زبیر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما، بلال اور عبادہ بن حارثہ رضی اللہ عنہما اور مصعب بن عمیر اور سعد بن ابی وقاص کے

33۔ سعید بن محمد بن احمد الافغانی، اسواق العرب فی الجاهلية والاسلام (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2015ء)، 1:348۔

34۔ الدکتور جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب، 7:375۔

35۔ ڈاکٹر حمید اللہ، پیغمبر اسلام، 67۔

مابین اخوت کا رشتہ قائم فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ نے سب کو بھائی بھائی بنادیا ہے لیکن میرا بھائی کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں آپ کا بھائی ہوں[36]۔

مکی مواخاۃ کے کئی اسباب تھے جن میں سے چند کا ذکر ڈاکٹر منظور احمد نے کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ نئے مسلمان ہونے والے لوگوں کا قبائلی نظام اور خاندانی دشمنی کی وجہ سے تنہا ہو جانا۔ مکہ میں اسلام قبول کرنے والوں کو گھر والوں کی طرف سے سخت رویے کا سامنا تھا۔ اپنے گھر والے، دوست احباب اور رشتہ دار منہ موڑ لیتے تھے۔ قبائلی نظام میں خاندانی سرپرستی اور ضمانت کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ مصائب اور تکالیف کے اس دور میں شدت سے اس بات کو محسوس کیا جارہا تھا کہ کوئی ایسا ہو جسے وہ اپنا کہہ سکیں اور اپنی پریشانیاں بتا سکیں۔

2۔ دوسرا بڑا سبب یہ تھا کہ مکہ میں اسلام قبول کرنے والے لوگوں میں سے کچھ تو مکہ میں رہنے والے تھے لیکن چند لوگ دور دراز کے علاقوں سے آئے تھے۔ اسی طرح کچھ غریب لوگ تھے لیکن کچھ صاحب ثروت بھی تھے اور قریش کے معزز قبیلے سے ان کا تعلق تھا۔ اس لیے ان کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا گیا تاکہ دونوں طرح کے لوگوں کے مسائل حل ہو سکیں۔

3۔ تیسرا اور بڑا سبب غلاموں کی تعلیم و تربیت تھی۔ وہ اسلام قبول کر کے معاشرہ کا معزز رکن تو بن گئے تھے لیکن وہ ذہنی، علمی اور فکری طور پر پست تھے۔ جس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ انہیں معاشرہ میں عام انسانوں کی طرح کے حقوق حاصل نہ تھے۔ رسول اکرم ﷺ چاہتے تھے کہ ان کی تعلیم و تربیت کر کے انہیں معاشرہ میں انسانیت کے قابل احترام مقام تک لایا جائے[37]۔

ان اسباب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مکی مواخاۃ کا واضح سبب معاشرے کے کمزور اور مفلوک الحال افراد کی مدد و اعانت ہی اس کی بنیادی وجہ تھی۔ آپ ﷺ نے اپنی حکمت و دانائی سے معاشرے کے مجبور و مقہور لوگوں کو دوسرے لوگوں کے برابر لا کھڑا کیا جس سے ان کی مشکلات کا کسی حد تک ازالہ ہو گیا۔ محمد بن حبیب نے نے مکی مواخاۃ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

آخى بينهم على الحق والمواساة وذلك بمكة[38]

(رسول اللہ ﷺ نے باہمی ہمدردی و تعاون کی بنیاد پر مواخاۃ کروائی اور یہ مکہ مکرمہ میں وقوع پذیر ہوئی تھی۔) بلاذری نے انساب الاشراف میں مکی مواخات کی فہرست بھی بیان کی ہے[39]۔

---

[36] ۔ علی بن عبد اللہ الحسنی الشافعی السمہودی، **وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1998ء)، 1:208۔

[37] ۔ ڈاکٹر منظور احمد، **مکی اور مدنی مواخاۃ، ارتقائی ربط، مقاصد اور معاشی و معاشرتی اثرات**، ہزارہ اسلامیکس، 9:1 (جون 2020ء)، 9۔

[38] ۔ البغدادی، **المحبر**، 1:70۔

[39] ۔ احمد بن یحیٰی البلاذری، **جمل من انساب الاشراف** (بیروت: دار الفکر، 1996ء)، 1:270۔

انفرادی تعاون وامداد کا معاہدہ

عرب چونکہ قبائل پر مشتمل ایک خطہ آبادی تھا اس لیے عام طور پر باہمی معاہدے اور حلف دو قبائل کے درمیان ہی ہوتے تھے۔ البتہ بعض مرتبہ قبائل کے افراد بھی ایک دوسرے سے باہمی تعاون کا معاہدہ کرلیتے تھے اور مرتے دم تک اسے نبھانے کی کوشش کرتے تھے۔ جلیل القدر صحابی حضرت عبدالرحمن بن عوف نے اپنے دیرینہ دوست، شریک تجارت اور ندیم امیہ بن خلف جمحی سے ہجرت مدینہ سے پہلے ایک معاہدہ کیا تھا۔ قریش مکہ کے ان دو زعماء کے درمیان یہ کثیر المقاصد اور وسیع الجہات تحریری معاہدہ آپ ﷺ کی اجازت کے ساتھ کیا گیا تھا[40]۔ اس معاہدے کے مطابق دونوں فریق ایک دوسرے کی، ان کے اہل وعیال کی حفاظت اور فریقین کو اپنے اپنے شہر وعلاقہ میں جانی ومالی تحفظ فراہم کرتے۔ ان کی تجارتی مساعی اور مفادات کی حفاظت کرتے اور سماجی طور پر ایک دوسرے کی اپنے اپنے علاقوں اور شہروں میں خاطر داری اور تواضع کرتے۔

یہ باہمی معاہدہ مدافعت وتحفظ اس سماجی، سیاسی اور دینی پس منظر میں کیا گیا تھا جب ایک فریق صحابی اور دوسرا معاند نبوی تھا۔ دونوں میں اسلام کی وجہ سے اتنی سماجی بیگانگی پیدا ہوگئی تھی کہ کافرومشرک فریق حضرت عبدالرحمن بن عوف کو ان کے اس نئے اسلامی نام سے پکارنا پسند نہ کرتا اور اس معاملے پر بحث وتمحیص بھی ہوتی۔ آخر کار معاملہ یہ طے پایا کہ وہ آپ کو عبداللہ کے نام سے پکارے گا۔ اس سے بڑا مناقشہ اور افتراق یہ تھا کہ امیہ بن خلف تمام تر قرابت کے باوجود رسول اکرم ﷺ کا سخت دشمن تھا۔ وہ اور اس کا بھائی ابی بن خلف نہ صرف بر سر عام آپ ﷺ کی مخالفت کرتے بلکہ صحابہ کو ایذا دیتے تھے اور قتل نبوی کے ارادے کرتے تھے۔ اس سب کے باوجود اس پرانے معاہدے کی وجہ سے جو کبھی ختم نہیں ہوا تھا، حضرت عبدالرحمن بن عوف غزوہ بدر کے دن اس کو اور اس کے بیٹے علی بن امیہ کو پہاڑ میں کسی محفوظ جگہ لے جارہے تھے لیکن حضرت بلال حبشی نے دیکھ لیا اور اپنے رفقا اور مجاہدین کے ساتھ ان دونوں کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ حضرت عبدالرحمن نے ان کو بچانے کی بہت کوشش کی اور اس دوران زخمی بھی ہوگئے لیکن مجاہدین نے ان کو قتل کر دیا[41]۔ بعد میں انہیں اپنا معاہدہ پورا نہ کرنے کا بہت دکھ تھا۔ اس واقعہ سے دو افراد کے درمیان باہمی تحفظ وتعاون کے معاہدے کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سماجی تعلقات میں رسول اکرم ﷺ کی عدل پسندی اور اسلامی وسیع القلبی کا جو جہانِ محبت وموانست ویگانگی ملتا ہے وہ قرآن کریم کی آیات عدل معاشرتی بالخصوص دشمنی وعداوت کے باوجود انصاف پسندی اور عدل پروری کے اصول کا اطلاق ہے۔

---

[40] ۔ امام بخاری نے کتاب الوکالۃ میں "باب اذا وکل المسلم حربیا فی دارالحرب اوفی الاسلام جاز" کے تحت عبدالرحمن بن عوف کی طرف سے امیہ بن خلف کی حفاظت کی کوشش اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے اس کو قتل کرنے کا واقعہ ذکر کیا ہے۔

[41] ۔ محمد بن عمر الواقدی، المغازی (بیروت: دار الاعلمی، 1989ء)، 1:82۔

انفرادی مدد واعانت کی مثالیں

رسول اکرم ﷺ کی جانب سے غریبوں اور اجنبی افراد کی معاونت کے حوالے سے ایک شاندار واقعہ ابن ہشام نے بیان کیا ہے کہ قبیلہ اراش کا ایک شخص اپنا اونٹ فروخت کرنے کے لیے مکہ مکرمہ آیا۔ ابو جہل نے وہ اونٹ اس سے خرید لیا مگر قیمت ادا کرنے میں لیت و لعل سے کام لینے لگا۔ وہ اجنبی قریش کی ایک جماعت کے پاس پہنچا۔ رسول اکرم ﷺ اس وقت مسجد حرام میں ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اراشی نے ان قریشیوں سے کہا کہ کون شخص ابو الحکم بن ہشام کے مقابلے میں میری دادرسی کرے گا اور اس سے میرا حق وصول کر کے دے گا؟ میں ایک غریب اور مسافر ہوں اور وہ میرا حق غصب کر کے بیٹھا ہے۔ اہل مجلس نے آپ ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس شخص کو دیکھ رہے ہو؟ وہ یہ بات ازراہِ مذاق کر رہے تھے کیونکہ وہ ابو جہل اور آپ ﷺ کی عداوت واختلاف کے بارے میں جانتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ وہ شخص ابو جہل کے مقابلے میں تیری مدد کریں گے۔ وہ اراشی آپ ﷺ کے پاس آیا اور سارا ماجرا بیان کیا اور یہ بھی بتایا کہ میں نے ان لوگوں سے اپنا حق دلوانے کی درخواست کی تھی اور انہوں نے مجھے آپ کی طرف بھیج دیا۔ لہذا آپ اس سے میرا حق وصول کرا دیں۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے مہربانی فرما کر ابو جہل کے پاس چلیں۔ آپ ﷺ اٹھ کر اس کے ہمراہ چل پڑے اور قریش یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے ایک شخص کو جاسوس بنا کر پیچھے پیچھے بھیجا کہ دیکھو ابو جہل کیا کرتا ہے۔ آپ ﷺ ابو جہل کے مکان پر پہنچے، دروازے پر دستک دی۔ ابو جہل نے اندر سے پوچھا کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں محمد ﷺ ہوں، باہر نکلو۔ ابو جہل باہر آیا تو اس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا اور اس پر خوف طاری تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس مظلوم کا حق ادا کرو۔ وہ کہنے لگا ضرور، ذرا ٹھہریے میں اندر سے اس کی رقم لے کر آتا ہوں۔ ابو جہل اندر گیا اور اسی وقت اراشی کی قیمت لے کر باہر آگیا اور اس کے حوالے کر دی۔ حضور اکرم ﷺ واپس تشریف لائے اور اراشی سے کہا جاؤ اپنی راہ لو۔ اراشی نے آکر جماعت قریش کو سارا واقعہ سنایا اور دعا دی کہ اللہ اس شخص کو جزائے خیر دے جس نے میرا حق دلوایا۔ اتنے میں ان کا جاسوس بھی آگیا۔ انہوں نے پوچھا سناؤ کیا صورت حال رہی؟ اس نے کہا کہ میں نے عجیب بات دیکھی ہے کہ دستک دینے پر ابو جہل باہر آیا تو اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا تھا اور اس نے فوراً آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کی۔ تھوڑی دیر بعد ابو جہل بھی آگیا۔ وہ لوگ کہنے لگے تیرے لیے ہلاکت ہو تو نے کیا حرکت کی، ہم نے ایسی بات کبھی نہیں دیکھی۔ اس نے جواب دیا واللہ جب محمد ﷺ نے دروازے پر دستک دی اور مجھے آواز دی تو مجھ پر رعب طاری ہو گیا اور میں رقم ادا کرنے پر مجبور ہو گیا[42]۔ آپ ﷺ ہمیشہ مظلوم و مجبور لوگوں کی اعانت کرتے تھے اور اس مقصد کے لیے کسی نقصان کی پرواہ نہ کرتے تھے۔

42۔ ابن ہشام، **السیرۃ النبویۃ**، 1:390۔

امان دینے کے واقعات

عرب کے لوگ اپنے عہد و پیمان کے حوالے سے بڑے پختہ تھے اور اپنے قول و قرار اور عہد و پیمان کو پورا کرنے کے لیے اپنی جان کی بھی پر اوہ نہیں کرتے تھے۔ عرب قبائل میں اگرچہ بہت معمولی باتوں پر جھگڑے اور جنگ شروع ہو جاتی تھی لیکن وہ باہم ایک دوسرے سے کیے گئے وعدوں کی پاسداری کرتے تھے اور قبیلے کے افراد میں سے اگر کوئی شخص کسی دشمن کو بھی پناہ دے دیتا تو قبیلے کے باقی افراد اس کے عہد اور پناہ دینے کے فیصلے کا احترام کرتے ہوئے دشمن کو بھی کچھ نہ کہتے تھے۔ اس انفرادی تعاون اور پناہ کی بے شمار مثالیں عرب معاشرے میں ملتی ہیں جن میں سے طوالت کے خوف صرف ایک مثال کے بیان پر یہاں اکتفا کیا جا رہا ہے۔

سب سے اہم مثال وہ ہے کہ جب آپ ﷺ طائف سے پریشان ہو کر مکہ مکرمہ میں واپس پہنچے تو اندیشہ تھا کہ ابو طالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہما کی غیر موجودگی میں آپ ﷺ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دیا جائے تو آپ ﷺ نے مدینہ کے ایک سردار مطعم بن عدی سے پناہ طلب کی۔ قبیلہ خزاعہ کے شخص مطعم بن عدی نے فوراً پناہ دی اور اپنے لڑکے سے کہا کہ ہتھیار لے کر بیت اللہ کی دیواروں کے پاس موجود رہو کیونکہ میں نے محمد ﷺ کو پناہ دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ حرم میں داخل ہوئے اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ مطعم بن عدی اپنی سواری پر کھڑے ہوئے اور ندا دی کہ اے گروہ قریش میں نے محمد ﷺ کو پناہ دی ہے لہٰذا تم میں سے کوئی بھی آپ ﷺ پر حملہ نہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ حجر اسود تک گئے، اسے بوسہ دیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے مکان میں واپس آ گئے۔ اس تمام وقت کے دوران مطعم بن عدی اور اس کے لڑکے آپ ﷺ کے گرد گھیرا بنائے ہوئے کھڑے رہے[43]۔ عرب کے لوگوں کا وطیرہ تھا کہ اگر وہ کسی کو امان دیتے تھے یا کسی سے کوئی وعدہ یا قول و قرار کرتے تھے تو اس کو پورا کرنے کے لیے وہ اپنی جان دینے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔

خلاصہ بحث

کسی بھی معاشرے میں باہمی تعاون و امداد کے بغیر زندگی گزارنا اور اپنے حقوق کی کامل حفاظت ممکن نہیں ہے۔ عرب اگرچہ مہذب قوم نہیں تھے لیکن اس کے باوجود ان میں اتنا شعور تھا کہ وہ باہمی طور پر بقائے ذات کے لیے ایک دوسرے سے مربوط تھے۔ ان کے پاس کوئی منظم اور مرکزی حکومت نہ تھی لیکن مضبوط قبائلی نظام اپنی مضبوط روایات کے ساتھ موجود تھا۔ اس نظام میں مختلف قبائل اپنی قوت و طاقت کو بڑھانے کے لیے باہم مختلف معاہدے کرتے تھے اور یہ معاہدے قبائل کے ساتھ ساتھ مختلف افراد کے مابین بھی ہوتے تھے جن کا بنیادی مقصد اپنے جان و مال اور اوطان و املاک کی حفاظت کرنا تھا۔ ایسے معاہدے پوری عرب تاریخ میں نظر آتے ہیں۔ اور عرب اپنی بے شمار اخلاقی

---

43 ۔ محمد بن سعد، **طبقات ابن سعد**، مترجم: عبد اللہ العمادی (کراچی: نفیس اکیڈمی اردو بازار، س ن)، 1:223۔

برائیوں کے باوجود چند خوبصورت اخلاقی خوبیوں سے مزین تھے جن میں سے ایک بہترین خوبی معاہدوں اور وعدوں کی پاسداری ہے۔ عرب کے لوگ ان معاہدوں کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے اور ان کی تکمیل کے لیے اپنی جان کی پرواہ بھی نہیں کرتے تھے۔ ان معاہدوں کی بدولت عرب میں کمزور اور مظلوم لوگوں کی بقاء اور ترقی کا انتظام ہو گیا تھا۔ آج کی جدید دنیا میں عدالتی نظام کے قیام کے باوجود ایسے معاہدوں کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ آج بھی ایسے معاہدوں کی ضرورت موجود ہے تاکہ مقامی سطح پر ہی معاملات کو سلجھا لیا جائے اور پیچیدگیوں سے محفوظ رہ کر انسانی زندگی کو امن و سلامتی کے ساتھ پر سکون بنا لیا جائے۔

Bibliography

1. *Al-Qur'ān.*
2. *'Abd Al-Razzāq Al-Ṣā'idī. Al-Aḥlār fī Qabā'il Al-'Arabīyah. 1446 AH.*
3. *Abū 'Abd Allāh Muḥammad Bin Isḥāq al-Fākiḥī, Akhbār Makkah Fī Qadīm Al-Dahr Wa-Ḥadīthih. Bayrūt: Dār Khaḍir, 1414 AH.*
4. *Al-Afghānī, Sa'īd Bin Muḥammad Bin Aḥmad. Aswāq Al-'Arab Fī Al-Jāhīlīyah Wa-l-Islām. N.D.*
5. *Aḥmad bin Yaḥyā Al-Balādhurī. Jumal Min Ansāb Al-Ashrāf. Bayrūt: Dār Al-Fikr, 1417 AH.*
6. *Aḥmad bin al-Ḥusayn Bin Alī Al-Bayhaqī. Shu'ab Al-Īmān. Riyāḍ: Maktabat al-Rushd Li-l-Nashr Wa-l-Tawzī', 1423 AH.*
7. *Al-Bukhārī, Muḥammad Bin Ismā'īl. Ṣaḥīḥ Al-Bukhārī. Dār Ṭawq Al-Najāh, 1422 AH.*
8. *Al-Dukṭūr Jawād 'Alī. Al-Mufaṣṣal Fī Tārīkh Al-'Arab Qabl Al-Islām. Bayrūt: Dār al-Sāqī, 1422 AH.*
9. *Al-Kalbī, Abū Al-Munẓir Hishām Bin Muḥammad Bin Al-Sā'ib. Nisab Ma'ad wa-l-Yaman Al-Kabīr. 'Ālam Al-Kutub, Maktabat Al-Nahḍah Al-'Arabīyah, 1408 AH.*
10. *'Abd Al-Malik Bin Muḥammad Bin Ibrāhīm Al-Nīshāpūrī. Sharaf Al-Muṣṭafā. Makkah Al-Mukarramah: Dār Al-Bashā'ir Al-Islāmīyah, 1424 AH.*
11. *'Alī Bin 'Abd Allāh Al-Ḥasanī Al-Shāfi'ī Al-Samhūdī. Wafā' Al-Wafā' Bi-Akhbār Dār Al-Muṣṭafā. Bayrūt: Dār Al-Kutub Al-'Ilmīyah, 1419 AH.*
12. *'Abd Al-Raḥmān Bin 'Abd Allāh Al-Suhaylī. Al-Rawḍ Al-'Anf Fī Sharḥ Al-Sīrah Al-Nabawīyah Li-Ibn Hishām. Bayrūt: Dār Aḥyā' Al-Turāth Al-'Arabī, 1421 AH.*
13. *Al-Wāqidī, Muḥammad Bin 'Umar Bin Wāqid. Al-Maghāzī. Bayrūt: Dār Al-'Ilmī, 1409 AH.*
14. *Ḥusayn Bin Aḥmad Al-Zawzanī. Sharḥ Al-Mu'Allaqāt Al-Sab. Bayrūt: Dār Aḥyā' Al-Turāth Al-'Arabī, 1423 AH.*
15. *Dāktar Jawād 'Alī. Al-Mufaṣṣal Fī Tārīkh Al-'Arab Qabl Al-Islām. Bayrūt: Dār Al-Sāqī, 1422 AH.*
16. *Dāktar Manẓūr Aḥmad. Makkī Aur Madanī Muwākhāt, Irtiqā'ī Rabṭ. Maqāṣid Aur Ma'Āshī Wa-Ma'Āsharatī Asrāt. Ḥazārah Islāmīks, V:1, Edition 1, June 2020.*
17. *Dāktar Muḥammad Ḥamīdullāh. Pīghambar-I-Islām. Lahore: Beacon Books, Mutarjim: Professor Khālid Parwīz, 2005.*
18. *Dāktar Yāsīn Maẓhar Ṣiddīqī. 'Ahd-I-Nabawī Mein Samājī 'Adl Wa-Inṣāf. Sīrah Studies, V:1, 2016.*
19. *Dāktar Yāsīn Maẓhar Ṣiddīqī. Khutabāt Sargodhā. Sargodha: Sh'Ubā' 'Ulūm Islāmīyah, University Of Sargodha, 2016.*

20. Ḥālī, Maulānā Al-Ṭāf Ḥusayn. Musaddas Ḥālī. Lahore: Kashmīr Kitāb Ghar, N.D.
21. ʻAbd Al-Malik Bin Hishām Bin Ayūb Ibn Hishām. Al-Sīrah Al-Nabawīyah Li-Ibn Hishām. Sharikat Al-Ṭibāʻ Ah Al-Fannīyah Al-Muttaḥidah, N.D.
22. Ibn Hishām, ʻAbd Al-Malik Bin Hishām Bin Ayūb. Al-Sīrah Al-Nabawīyah Li-Ibn Hishām. Miṣr: Sharikat Maktabah Wa-Maṭbaʻ Ah Muṣṭafā Al-Bābī, 1375 AH.
23. Ibn Kathīr, Ismāʻ Īl Bin ʻAmr Bin Kathīr. Al-Badāyah Wa-L-Nihāyah. Bayrūt: Dār Aḥyā' Al-Turāth Al-ʻArabī, 1408 AH.
24. Ibn Kathīr, Ismāʻ Īl Bin ʻUmar Bin Kathīr. Al-Sīrah Al-Nabawīyah(Al-Badāyah Wa-L-Nihāyah Li-Ibn Kathīr). Bayrūt: Dār Al-Maʻ Rifah Li-L-Ṭibāʻ Ah Wa-L-Nashr, 1395 AH.
25. Ibn Manẓūr, Muḥammad Bin Makram. Lisān Al-ʻArab. Bayrūt: Dār Ṣādir, 1414 AH.
26. Ibn Sayyid Al-Nās, Muḥammad Bin Muḥammad Al-Rubʻ Ī. ʻUyūn Al-Athar Fī Funūn Al-Maghāzī Wa-L-Shamā'il Wa-L-Sīrah. Bayrūt: Dār Al-Qalam, 1414 AH.
27. Muḥammad Bin Ḥabīb Al-Baghdādī, Kitāb Al-Muḥbar. Ḥyderabad Dakan: Dā'irāt Al-Maʻ Ārif Al-ʻUthmānīyah, 1361 AH.
28. Muḥammad Bin Ḥabīb Al-Baghdādī. Al-Maḥbar. Bayrūt: Dār Al-Āfāq Al-Jadīdah, N.D.
29. Muḥammad Bin Ḥabīb Al-Baghdādī. Kitāb Al-Manmaq Fī Akhbār Quraysh. Bayrūt: ʻĀlam Al-Kutub, 1985.
30. Muḥammad Bin Muḥammad Al-Zabīdī. Tāj Al-ʻArūs Min Jawāhir Al-Qāmūs. Dār Al-Dā'īyah, N.D.
31. Muḥammad Bin Saʻ D. Ṭabaqāt Ibn Saʻ D. Karachi: Nafīs Academy, Urdu Bāzār, Mutarjim: ʻAbdullāh Al-ʻAmādī, N.D.